بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب "عقیدت کی شہادت" میں بارہ شعرا کا

منظوم کلام شریک کتاب ہے۔ جن

ماہر القادری، ظفر حیدرآبادی اور

حبیب اللہ اوج کا کلام بھی شریک اشاعت

ہے۔ بشیر انور

سلسلہ اشاعت نمبر ۲

بیادگار قائد ملت علیہ الرحمۃ

تاریخ غم و نظمِ الم

حصہ اول

مرتبہ: مجلس حیاتِ قومی

زیر اہتمام

سید عثمان ناظم نشر و اشاعت مجلس

قائد ملت کی یاد

جناب حبیب اللہ صاحب اوج

وہ بہادر جنگجو جو موت سے کھیلا کیا — خندہ پیشانی جہاں کی کلفتیں جھیلا کیا
اک سپاہی آخری دم تک جو لڑتا ہی رہا — رفعت بام ثریا کو پکڑتا ہی رہا
ظلمتوں میں ہے چراغ راہ جس کی زندگی — چل رہی ہے موت کے ہمراہ جسکی زندگی
دھن کا پکا بے تعصب ملک کا سچا رفیق — وہ غریبوں کا معاون بیکسوں کا وہ شفیق
آسمان حریت کا جگمگاتا آفتاب — تا قیامت کم نہ ہوگی جسکی شوکت جسکی تاب
جس نے آزادی کی خاطر کی نہ پروا جان کی — قوم پر سے جس نے اپنی زندگی قربان کی
زندگی جد وجہد کی جس کی خود تصویر ہے — موت جسکی خواب آزادی کی اک تعبیر ہے
جنگ آزادی میں برسوں سر بکف دیکھا اسے — ظلم سے سینہ بسینہ صف بصف دیکھا اسے
تھک کر آخر گر پڑا زخموں سے ہو کر چور چور — اب اٹھائیگا اسے محشر کا ہی شور نشور
آخری قطرہ بہا کر خون کا خاموش ہے — بیخبر ہے زندگی کے کھیل سے بیہوش ہے
زندگی بھر قوم کی خاطر نہ تھا جسکو قرار — موت کی آغوش میں آ ہی گیا اسکو قرار
نازبیداری پہ جسکی تھا وہ محو خواب ہے — آج اسکی موت پر سارا جہاں بیتاب ہے
آچکی شب تو بھی اب آرام سے اے آفتاب — اک نہ ہونے سے ترے ہے مشرق و مغرب خراب
منتظر تھی آسمان پر رحمتیں تیرے لئے — مضطرب تھیں خلد کی سب راحتیں تیرے لئے
نیند لے آرام کی اے قافلہ سالار قوم — کر نہ دیں بیچیں تجھکو قبر میں افکار قوم

سو رہا ہے آخری دم تک اٹھا کر زحمتیں
لحد پر تیری نچھاور ہوں خدا کی رحمتیں

ملت اسلامیہ آج کس کے غم میں ہے!

جناب جاوید صدیقی صاحب

پتہ پتہ اس چمن کا نوحہ ماتم میں ہے
ملت اسلامیہ آج کس کے غم میں ہے

یوں عجب کچھ چشم ساقی کا اشارہ ہوگیا
ہائے خورشید زمیں گردوں کا تارا ہوگیا

اسکو تو دربار حق میں باریابی ہو گئی
چشم مسلم اشکِ خونیں سے گلابی ہو گئی

کیا خبر تھی زندگی بار گراں ہوجائے گی
مہرباں فطرت ابھی نامہرباں ہوجائے گی

ہستی قائد سراپا گوہر تابندہ تھی .
جس کے دم سے ملت اسلامیہ پائندہ تھی

وہ توانا دوربیں روشن جبیں شیدائے قوم
جس کے سر میں آخری دم تک رہا سودائے قوم

محفل احباب میں عیسیٰ ابن مریم کی طرح
گلشنِ اطفال کی کلیوں میں شبنم کی طرح

فکر میں روشن عمل کی خوبیوں کا جاں نثار
صورت سیماب دل کے ولولوں سے بیقرار

محفل دنیا و دین کا محرم راز درول
دھیمے دھیمے سن رہا تھا نغمۂ ساز دروں

مرد مومن تھا مجاہد تھا کہ تھا گرم عمل
لحد میں بھی ایک پل شاید نہ آئے اسکو کل

بزم میں آیا کبھی تقریر فرماتا ہوا
جوش میں اٹھا کبھی تکبیر فرماتا ہوا

خود تکلم ناز کرتا تھا لب اعجاز پر
لوٹ جاتا تھا زمانہ جسکے ہر انداز پر

خرمن باطل پہ بجلی شعلۂ آواز تھا
عالم اسلام کو اک مرد حق پر ناز تھا

آہ لیکن وہ لب گویائے حق خاموش ہے
اس کا وہ جسم جواں اور قبر کی آغوش ہے

جسکی تقریروں میں موسیٰؑ کے کڑکنے کا جلال
اب کہاں سے آئیگا ایسا خطیب بے مثال

در دلِ ملت فروزاں گرمیٔ گفتارِ او
تا قیامت بند شد آں دیدۂ بیدارِ او

سچ ہے اس کا جوہر گفتار اب ہم میں نہیں — لیکن اب بھی ہیں ہزاروں گوہرِ روشن جبیں
حق سہی مجروح اور باطل توانا ہی سہی — برسرِ پیکارِ حق سارا زمانہ ہی سہی
کفر کی پھونکوں سے بجھ سکتی نہیں شمعِ یقیں — دہر کے ظلمت کدے میں اور ہیں مہرِ مبیں
وہ نہیں زندہ تو کیا کچھ کام کر سکتے نہیں؟ — آدمی مرتے ہیں لیکن قوم مر سکتی نہیں
اور یہی اس سے بڑے سہتے رہو رنج و الم — ہے یہی منظور اگر اللہ کو راضی ہیں ہم
شکوۂ بے مہریٔ ایام بھی ہم کو نہیں — کاوشِ سود و زیاں خام بھی ہم کو نہیں
ہاں فقط اللہ کی ہم کو رضا منظور ہے — دل اسی کے حکم کا پابند ہے مجبور ہے

اٹھو نوجوانو بہادر بنو

جناب ابو الظفر عون اللہ ظفر

۱۳۵۷ھ

اے منظورِ قوم اے پرستارِ ملت — چھپایا ہے منہ کیوں وفادارِ ملت
ترے خون نے سینچے تھے اشجارِ ملت — ابھی بر نہ لایا تھا گلزارِ ملت
ضرورت بڑی قوم کو تیری تھی — ادھورا پڑا ہے ابھی کارِ ملت
گزر جاتا طوفان کہ آثار تھے — برے وقت تو چل بسا یارِ ملت
معلم مفکر مبصر بصیر — بتاتا تھا غیروں کو اسرارِ ملت
مفکر مدبر شجیع و وقیع — اولوالعزم پرجوش سالارِ ملت
لگی دل سے تھی قوم کی دھن صدا — رگِ جاں سے محبوب تھا کارِ ملت
چلا مسکراتا بعزمِ صمیم — سنبھالے ہوئے دوش پر بارِ ملت
مخالف کا تیور بدلتا ہوا — بلاتا چلا وہ دلِ زارِ ملت

حیات آفریں بن گئی بادِ صرصر
نثارِ نور، اے سحر کارِ ملت

لگی دوڑنے زندگی خون میں
شفا پانے والے تھے بیمارِ ملت

قسم تیری خدمت کی ایثار کی
قسم دردِ ملت کی غمخوارِ ملت

قیادت خطابت سیاست کی تیری
قسم ہے قسم تیز طرارِ ملت

صداقت شرافت کی تیری قسم
قسم ہے حمیت کی جرارِ ملت

نہیں ڈگمگائے گی کشتی کبھی
کہ ہیں ناخدا اب بھی احرارِ ملت

ادھر ہی چلے گا ترا قافلہ
جدھر جا رہا تھا تو سالارِ ملت

اٹھو نوجوانو! بہادر بنو
بہادر ہی ہوتے ہیں ابرارِ ملت

جواں قوم کے سو رہے تھے ظفرؔ
جگانے کو خود سو گیا یارِ ملت

وہ ساقی نہیں رہا

(جناب عبدالرزاق صاحب صولتؔ وکیل ہائیکورٹ محبوب نگر)

دل میں سکون و صبر و قرار اب ذرا نہیں
غم ہائے ناصبور کی آج انتہا نہیں

ارضِ دکن کا آج دُرِ بے بہا نہیں
پرسانِ حال قوم کو کوئی دوسرا نہیں

نقشِ قدم پہ چلتے تھے جس کے ہزارہا
اب سرزمینِ ہند پہ وہ نقشِ پا نہیں

اس کو خلوص سب سے تھا سب کو عزیز وہ
کس کا وہ ہم نشیں نہیں کس دل میں جا نہیں

لاریب اس کے دم سے تھی نیرنگیٔ چمن
گلشن میں ایک نہال تھا وہ بھی رہا نہیں

لب پر فغاں جگر میں خلش قلب مضطرب
رنج و محن کی ہائے کوئی انتہا نہیں

ساغر بھی ہے شراب بھی ابرِ سیاہ بھی
کیا لطف میکشی کہ وہ ساقی رہا نہیں

وار اسکی تیغ نشتر کا خالی گیا نہیں
جو بات دل میں ٹھان لی اس پر اڑا رہا
محروم کوئی بھی نہ پھرا در سے آج تک
بے نور قوم و ملک کیوں آج ہوگیا
تیری جوانمرگی تھی مشار لم یزال
صولت اسی امام سے تھی ملت دکن

ترکش سے اس کے تیر جو نکلا خطا نہیں
جو عزم کر لیا کبھی اس سے ٹلا نہیں
کس منھ سے ہم کہیں کہ تو حاجت روا نہیں
تجھ بن معین قوم کوئی دوسرا نہیں
لیکن ترے مشن کو ابد تک فنا نہیں
ہم رہ گئے وہ قائد ملت رہا نہیں

آنیوالی ہر نئی مشکل کا اندازہ کرو

اے بہادر جنگ، اے روح و ریحان دکن — تم دکن کی شان تھے، اور تم سے تھی شاد دکن
آج خالی ہوگیا ہے تم سے دامان دکن — ڈھونڈتے ہیں آج تم کو نوجوانان دکن
جا بجا واماندۂ منزل ہیں یاران دکن
نوجوانان دکن — ہاں نوجوانان دکن

اے بہادر جاں بہ شہید قوم - اے غمخوار قوم — ڈھونڈتے ہیں ہم تمہیں - اے قافلہ سالار قوم
پھر تمہارا منتظر ہے دیدۂ خوں بار قوم — سو گئی افسوس اب پھر قسمت بیدار قوم
منتظر ہیں نوجوانان دکن - جان دکن!
نوجوانان دکن ہاں نوجوانان دکن

انتظار وقت کا شیرازہ برہم ہوچکا — حسرت و امید مرحوم کا ماتم ہوچکا
شمع محفل بجھ چکی ہنگام شبنم ہوچکا — کچھ سے کچھ اس محفل عالم کا عالم ہوچکا
ہے افق کے ہاتھ میں خون رنگ دامان دکن
نوجوانان دکن ہاں نوجوانان دکن

علم سے نا آشنا محکوم، حاکم سرد و خام — روز و شب آویزشیں ہیں درمیانِ خاص و عام
ضابطہ جینے کا ہے ان میں نہ مرنے کا نظام — حیف تیری چپقلش پر اے گروہِ بے امام

جادہ ہے پُر پیچ منزل کا نشاں کوئی نہیں
کارواں ہے اور میرِ کارواں کوئی نہیں

بڑھ کے آگے دُوریِ ساحل کا اندازہ کرو — اضطرابِ گرمیِ محفل کا اندازہ کرو
کھول کر آنکھیں حق و باطل کا اندازہ کرو — آنے والی ہر نئی مشکل کا اندازہ کرو

امتحاں لینے کو ہے دورِ پریشانِ دکن
نوجوانانِ دکن ہاں نوجوانانِ دکن

سوچ لو آزاد ہو جائیں گی تدبیریں تمام — جمع کر لو ذہن میں رفعت کی تدبیریں تمام
پھینک دو ہاتھوں سے مایوسی کی تصویریں تمام — پھینک دو پائے وطن سے آج زنجیریں تمام

توڑ دو بندِ غلامی اے غلامانِ دکن
نوجوانانِ دکن ہاں نوجوانانِ دکن

اے مرے معبود انہیں محسوس ہو سکتا ہے کاش — شدتِ درماندگی سے کتنے دل ہیں پاش پاش
آہ کتنوں کو ہے اک روٹی کے ٹکڑے کی تلاش — کتنے معصوموں کے چہرے پر ہے اشکوں سے خراش

شمع کی حاجت نہیں ہے محفلوں کے واسطے
کچھ چراغوں کی ضرورت ہے دلوں کے واسطے

اے امیرِ کارواں آواز دو آواز دو

جناب نظر حیدرآبادی

بس رو چکے اب جی کھول کر اے دیدۂ خونبار بار — اور کرے اور کچھ جیبِ گریباں تار تار

دل ہی قابو میں نہیں کیا کیا چھپایا جائیگا
کتنے طوفانوں کو سینے میں دبایا جائے گا

گنگ ہے حسن زبان عزم محبت کیا کہوں
کس قدر اندھا ہے یہ آئین فطرت کیا کہوں

کتنی صدیوں کی سسکتی آرزوؤں کا ثمر
کتنے دل کتنی تمناؤں کا بے قیمت گہر

آہ کس دل سے کہوں سوئے جناں جاتا رہا
کارواں سوتا ہے میر کارواں جاتا رہا

تیغ عالمگیر و ٹیپو کی امانت اٹھ گئی
جرأتیں سکتہ میں ہیں روح شجاعت گم گئی

گلفشانی چپ ہے اب وہ سحر افگن چھن گیا
علم روتا ہے کہ آگاہی کا دامن چھن گیا

اک تذبذب سا ہے پیدا عشق کی تفسیر میں
خواب جوہر نعرہ اقبال کی تعبیر میں

ذہن و فکر و غور پر ہے موت سی آئی ہوئی
موت کی تاریکیاں ہیں ہر طرف چھائی ہوئی

وحشتوں میں ٹھوکریں سی کھا رہی ہے زندگی
زندگی کے حال سے گھبرا رہی ہے زندگی

آہ اس طوفان کو پہچاننے والا نہیں
وقت کی چشم غضب کو جاننے والا نہیں

چاک ہے داماں گل اور نکہتیں پابند ہیں
خون کے اشکوں کی ضرورت تھی وہ آنکھیں بند ہیں

آہ اب کس کو پکاریں ہمت پرواز دے
اے امیر کارواں آواز دے آواز دے

ملک و مالک کا وہ سچا خیر خواہ

جناب ٹھاکر بجرنگ سنگھ بسنتی فقیر

بات کرنی کونسی آسان ہے
اپنی تو بگڑی ہوئی کچھ تان ہے

آج اپنی قوم کا نقصان ہے
نیک سیرت چل بسا انسان ہے

ملک و مالک کا وہ سچا خیر خواہ
اب بہادر خاں نہیں دنیا میں آہ

زندگی کی بیوفائی دیکھ لی — بیوفائی کی آشنائی دیکھ لی
آشنا کی کج ادائی دیکھ لی — ہم پہ آفت جو بھی لائی دیکھ لی
قوم کا محسن کیا ہم سے جدا
کیوں قضا آئی نہیں تجھکو قضا
راہِ نیکی پر قدم دھرتے رہے — خوب خدمت عمر بھر کرتے رہے
ہر قدم دم قوم کا بھرتے رہے — زندگی میں قوم پر مرتے رہے
قوم کا اپنی وہ مردِ نیک تھا
قوم کا دکن میں خادم ایک تھا

دیگر

اک ستارہ ظلمتوں میں ناگہاں جاتا رہا — نور کے لشکر کو لیکر آسماں جاتا رہا
کون؟ دنیا سے سدھارا ہے عدم آباد کو — جسکے جانے سے سکوتِ روح و جاں جاتا رہا
بزمِ عالم میں نہ کیوں ہر سو ہو ماتم بپا — آج دنیا سے جوانوں کا جواں جاتا رہا
کارواں اب منزلِ مقصود کو پہنچے تو کیوں — شورشوں میں جب امیرِ کارواں جاتا رہا
کر رہے ہیں آج ماتم ہر کس و ناکس بجا — اہلِ دکن کا جہاں سے مہرباں جاتا رہا
قائدِ ملت بہادر آج دنیا میں نہیں — اپنی ملت کو جگا کر حکمراں جاتا رہا
کل حقیقت تھا، فسانہ بنگیا اب تو مگر — پاسبانی کرتے کرتے پاسباں جاتا رہا
کر دیا ہے بیکس و لاچار اسکی موت نے — محفلیں سرد ہو گئیں شیریں بیاں جاتا رہا
بے بہا در کھو گیا اور نام زندہ کر گیا — داستاں باقی ہے جانِ داستاں جاتا رہا
بچ سکا کوئی نہ دنیا میں قضا سے اے فقیر — نام زندہ ہے مگر نوشیرواں جاتا رہا

قطعاتِ تاریخ

از جناب ماہر القادری صاحب

خود بخود دل سے نکل جاتی ہے آہ | ڈھونڈتی پھرتی ہے اب کس کو نگاہ
ہچکیاں دو لب تک آکر رہ گئیں | قائدِ ملت نے لی جنت کی راہ

۱۳۶۳ھ

از جناب محمد عبد الغنی صاحب اسدؔ (عثمانیہ)

غم کے بادل چھا گئے ہیں ہے ایک دنیا غمگسار | داغِ فرقت کا دیا ہے قائدِ ملت نے آج
ملتِ بیضا کو دیکر ایک پیغامِ عمل | جامِ اجل کا پی لیا ہے قائدِ ملت نے آج
جد و جہد و سعیِ احیائے عمل میں مر کے خود | ہم کو زندہ کر دیا ہے قائدِ ملت نے آج
مصرعۂ تاریخ اسدؔ موزوں ہوا ہے غیب سے | قصدِ جنت کا کیا ہے قائدِ ملت نے آج

۱۳۶۳ھ

از جناب محمد عبد الہادی صاحب صدیقی (متعلم عثمانیہ کالج ورنگل)

بر وفاتِ حسرت آیاتِ بہادر یار جنگ | دل کند ماتم بنالد دیدہ جان اندوہگیں
ایں چنیں ہاتف بہ نغلی مصرعِ تاریخ گفت | قائد الملت جناحِ اتحاد المسلمین

۱۳۵۳ف

از جناب محمد عبد الرحیم صاحب (ہوم آنس)

دی سکوتِ قلب نے دعوتِ اجل کی چل بسے | اتحاد المسلمین کی جان بہادر یار جنگ
ان کی تربت پر یہ سال عیسوی لکھ دو رحیم | قائدِ ملت بہادر خاں بہادر یار جنگ

۱۹۴۴ء

ازجناب سید غوث الدین صاحب عینی (ناظم عدالت ضلع عمرگی)

وہ گرمیٔ کلام کہ پتھر بھی پگھل جائے — وہ برق تکلم جو زمانہ پہ چھا گئی
تیری ادا جو سارے زمانہ کو بھا گئی — معلوم نہیں کسکی نظر تجھ کو کھا گئی

قائد ملت کو اب ڈھونڈیں کہاں — مٹ گیا ہے وقت ملت کا نشاں
عینی رضواں نے کہا سالِ وصال — قُل بہادر قوم کا جنت نشاں

سنہ ۱۳۶۳ ہجری

مادۂ تاریخ

ازجناب محمد نجم الدین صاحب (جنگاؤں)

حاجی مولوی محمد بہادر خاں مرحوم
۱۳۶۳ ہجری

ازجناب محمد عبد القادر حبیب

تھے مسلمانوں کے قائد یک بہادر یار جنگ
۱۳۶۳ ہجری

چھوڑ جاتا ہے سفینہ کوئی ساحل کے قریب

جناب محمد عبدالرحیم صاحب فضل (گلبرگوی)

آ ابھی جا ظلم کی بنیاد کو ڈھانا ہے ابھی
آ کہ اٹھتے ہوئے فتنوں کو مٹانا ہے ابھی

روحِ مردہ کو تبسم سے جلانے والے
مسکراتے ہوئے ہر قلب پہ چھانے والے

بھول جائیں وہ ترا حُسنِ تکلم کیونکر
بھول جائیں ترے ہونٹوں کا تبسم کیونکر

کس کا اندازِ بیاں قلب کو گرمائیگا
کون اب حُسنِ عمل سے ہمیں شرمائیگا

کون طوفانِ حوادث سے گزاریگا ہمیں
کون آزادی کے ساحل پہ اتاریگا ہمیں

یوں نہ جانا تھا ہمیں چھوڑ کے منزل کے قریب
چھوڑ جاتا ہے سفینہ کوئی ساحل کے قریب

تو گیا اور ترے ساتھ قیادت بھی گئی
سحر و نغمہ بھی گیا شانِ خطابت بھی گئی

ابتدا کی تھی تو اتمام بھی دیکھا ہوتا
اپنے آغاز کا انجام بھی دیکھا ہوتا

جانے کتنے ابھی طوفان ہیں آنے والے
آ ابھی جا لوٹ کے اے روٹھ کے جانے والے

زندگی ایک کھیل ہے ایمان والونکے لئے

جناب سید غوث الدین صاحب عینی

موت ہے ہر سانس پر قرآن والونکے لئے
زندگی ایک کھیل ہے ایمان والونکے لئے

سینہ میں ایمان ۔ پابند ہے صلواۃ وصوم کا
موت پر بھی مسکراتا ہے مجاہد قوم کا

گونجتے تھے جسکے نعروں سے زمین و آسمان
دوش پر آنکھوں پہ لیجاتے ہیں اسکو انس و جان

اے بہادر قوم کے اے مایۂ نازِ دکن
تجھ بہادر کے چلے جانے سے ہے سونا وطن

جو دیا تو نے جلا یا تھا وہ کیا بجھ جائیگا
تھا عمل تیرا رسول اللہ ؐ کے احکام پر
ہے خبر کچھ تجھکو اے بانی بزم الحیا
کارنامے تیرے محشر تک گِنائے جائینگے
درد ملت لیکے پہلو میں گیا تو قبر میں
روح کی برکت تیری کردیگی پیدا جانشین
بے بہادر قوم کا ملت کی بے ہمتا متاع
تیری خاموشی سے بستان تکلم سرد ہے
طوطی گلزار جنت قائد خلد آشیاں
اب نہیں پاتے کسی میں تیری یکجا خوبیاں
قوم کی کشتی کا تھا ایک ہی بہادر ناخدا
تیری روح کی برکتوں سے ہو کوئی تجھ سا دگر
تیرے مخلص کارناموں کا ہے یہ واحد اثر
جگمگائی آب تیری بے بہادر قوم کے
آنسوؤں کے موتی عینی رولتی ہیں چشم زار

زورِ ایمان تیل ہو جسکا وہ کیا بجھ جائیگا
مال و جان سے تو فدائی بنگیا اسلام پر
کشتی ملت کو آگھیرے ہیں اب باران باد
حشر ہوگا ایک بپا جب وہ سنائے جائینگے
چاند قومی چھپگیا کیا جلد ہائے ابر میں
روح کی بیتابیاں ہمکو دلاتی ہیں یقین
لٹ گئے ہم الوداع اے جان جاناں الوداع
اب خزاں چھائی ہے اور پتہ پتہ زرد ہے
یاد میں کبتک تیری تڑپا کریں ہم عاصیاں
مجمع اوصاف تھا تو قائد رطب اللسان
دُور ساحل اور تلاطم خیز دریا یا خدا
فی زمانہ ہمکو تو آتا نہیں کوئی نظر
تو نے پائی رحمت حق اپنی خدمت کا ثمر
رحمت حق تجھ پہ [illegible] اے مرے بہادر قوم کے
بے بہادر جب سے چھینا ہم سے چرخ نابکار

جریدۂ صحت عامہ (پندرہ روزہ) حفظ ما تقدم علاج سے بہتر ہے
تندرستی ہزار نعمت ہے پر حاصل ہو معلومات آفریں مضامین سے حاصل!
سالانہ چندہ ۵ - بیرون حیدرآباد ۶ - حکومت سرکار عالی سے اضلاع بلدہ خاص طور پر منظور
نمونہ کا پرچہ ۲ آنے کے ٹکٹ - مہتمم صحت عامہ ترپ بازار حیدرآباد دکن